جانؔ کاشمیری کے اسلوبِ غزل میں مستعمل مذہبی اصطلاحات: تحقیقی تجزیہ

احمد عباس

پی ایچ ڈی سکالر، یونیورسٹی آف سرگودھا

ساجد جاوید

شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا

Abstract:

Urdu poetry keeps a variety of subjects. The poets have been in practice to express all types of observations and experiences whether those are connected with the society or with their self. Among all the genres of Urdu poetry, Ghazal is the most prominent figure to the extent of limitless ideas and subjects to discuss. Basically, it has been the convention of Urdu Ghazal poets to express the love related feelings in their verses. The religion is at the polar distance from the routine topics of Ghazal but many of our classical and modern poets included religious matters in the Ghazal as Urdu Ghazal keeps the patience to absorb all types of topics in it. Among the modern Urdu Ghazal poets, Jan Kashmiri has added religious subjects and terms comparatively more than that of other some poets. The said poet has 14 Urdu Ghazal books and total 24. The terms and topic related to Islamic religion used by Jan Kashmiri in his Ghazals have been discussed in this article. This will open new horizons and angles to search Urdu Ghazal more in this context and other related ones as well.

کلیدی الفاظ: جانؔ کاشمیری، غزل، مذہب، اصطلاحات، نماز، وضو، جنازہ، سجدہ، فرشتے، زکوٰۃ

اردو غزل کے دامن کی وسعت، لامتناہی جہات کی طرف رواں دواں ہے۔ کلاسیکی شاعری سے مابعد جدیدیت کی شاعری تک، اردو شاعری کے جتنے بھی ادوار گزرے ہیں ان کو مختلف مناسبتوں اور حوالوں سے منسوب کیا جاتا رہا ہے لیکن عصرِ حاضر کی بالعموم اردو شاعری اور بالخصوص اردو غزل متنوع المزاجی، رفعتِ تخیل اور وسعتِ مضامین کے اوصاف سے لبالب ہے۔ اردو غزل کا عصری مطالعہ اس امر کی طرف قاری کی توجہ مبذول کرواتا ہے کہ موضوعاتی اور فکری اعتبار سے اردو غزل کو محیط کرنے کی کوشش رائیگاں ثابت ہوئی ہے۔ ہر شاعر نے اپنی اپنی شعری بصیرت کے مطابق فکر اور ہیئت کی سطح پر جدت آمیزی کا مظاہرہ کیا ہے۔ شاعری کی جملہ اصناف کا غائر مطالعہ کیا جائے تو ایک عمومی تاثر سامنے آتا ہے کہ ان اصناف میں سے غزل، قطعہ اور فردیات مضامین کی فراوانی کے اعتبار سے متوازی خطوط پر محوِ سفر ہیں۔ مزید یہ کہ شاعری میں در آنے والی جدت صرف فکر کی حد تک محیط نہیں ہے بلکہ ہیئت کی بیشتر تبدیلیوں نے اردو شاعری کے منظر نامے کو کئی گنا زیادہ دلچسپ اور دل کش

بنا دیا ہے۔ بیسویں صدی کے نصفِ ثانی سے لیکر تا حال اردو شاعری (بالخصوص غزل) میں جو موضوعات در آئے ہیں ان میں سائنس، خونی رشتے، حب الوطنی، محبوب کی غیر روایتی پیش کش، مذہبی اصطلاحات، عمرانیات، استعماری فکر، موجودات کا ذکر، معاشی اور دیگر محرومیاں اور فکرِ روزگار جیسے بہت سے موضوعات شامل ہیں۔

اگر صرف مذہبی اصطلاحات کے استعمال کے حوالہ سے اردو غزل کو دیکھا جائے تو کسی خاص شاعر کے ہاں ان کا کثیر استعمال نہیں ملتا۔ تاہم چند شعرا کے ہاں کہیں کہیں مذہبی اصطلاحات کا استعمال نظر سے گزرتا ہے لیکن کسی شاعر سے ان کا استعمال، خصوصی اہتمام کے ساتھ نہ ہو سکا۔ چوں کہ ان اصطلاحات کا تعلق خالصتاً دین و مذہب کے ساتھ ہے اور غزل، رومان کے قریب قریب پڑتی ہے۔ یہ دونوں 180 درجے زاویے پر چلنے والے مخالف خطوط ہیں۔ ان مخالف سمتوں پر استوار خطوط کو کسی مرکزی نقطہ پر یک جا کرنا جوئے شیر لانا کے مترادف تھا۔ عام شعرا نے اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے کی زحمت گوارا نہ کی اس لیے ان کی غزل اس امتیازی وصف سے عاری دکھائی دیتی ہے۔ ان کے ہاں عموماً ان اصطلاحات کا استعمال ناپید ملتا ہے۔ حالاں کہ اردو غزل کا تصوف کے ساتھ انتہائی گہرا تعلق ہے۔ صوفیانہ عناصر غزل کے لیے جزوِ لاینفک کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر وقار احمد رضوی کا کہنا ہے:

> "یہ ایک حقیقت ہے کہ غزل پر سب سے بڑا اثر تصوف کا ہوا۔ تصوف نے غزل کو بلند کیا اور اس کو عشق مجازی سے ہٹا کر عشق حقیقی کی راہ دکھائی۔ غزل میں تصوف کا جو مرتبہ ہے وہ پھول میں خوشبو، جسم میں حرکت، ستاروں میں نور، ہوا میں تموج اور پانی میں روانی کو حاصل ہے۔ تصوف نے غزل کو بصیرت کی آنکھ عطا کی اور غزل کے قالب کو تنگ دائروں سے نکال کر وسیع بنایا۔"(۱)

جانؔ کاشمیری کی ستر سالہ زندگی کا ستر فی صد سے زیادہ عرصہ شعر کے ساتھ محبت میں گزرا۔ جانؔ کاشمیری کا شعری سفر پانچ دہائیوں سے تجاوز کر چکا ہے جانؔ کاشمیری کی زندگی میں شاعری کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ مذہبی تعصب کے ساتھ ان کو یارا نہیں۔ ان کی فقیری کا تعلق کسی طور بھی لکیر کے ساتھ نہیں ہے۔ فرقہ بندی اور دھڑے بازی سے سخت نفرت کرنے والے جانؔ کاشمیری، انسان کو مذہب کی کلیدی اکائی مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان ہر روپ، ہر رنگ، ہر نسل اور ہر حیثیت میں مقدم اور مکرم ہے۔ وہ انسان کو سب سے پہلے ایک انسان کے طور پر جاننے کی کوشش کرتے ہیں اس کے بعد ان کے نزدیک باقی ساری مناسبتیں ثانوی اور ثلاثی حیثیت رکھتی ہیں بلکہ اگر یوں کہہ لیا جائے کہ اس کے بعد ان کو جاننے کے لیے کچھ بھی مقصود نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ذاتی اور شخصی اوصاف ان کے شعری اوصاف بن جاتے ہیں۔

ان کی شاعری میں جہاں روایت کے ساتھ جڑے تمام رجحانات اور اسالیب دیکھنے کو ملتے ہیں وہیں انہوں نے بہت سے نئے رجحانات اردو شاعری کے ارتقاع کی نذر کیے ہیں۔ مذہبی اصطلاحات کے استعمال کا ذکر یہاں مقصود ہے۔ راقم الحروف نے اس مقصد کے لیے ان کی جملہ مطبوعہ شعری تصانیف کا مطالعہ کیا اور اس تاثر پر منتج ہوا کہ مذہبی اصطلاحات کا استعمال ان کی شاعری کا وصفِ خاص ہے بلکہ ان کی شاعری کا نمایاں ترین وصف ہے۔ ذہنی رجحان اور طبعی میلان کی وجہ سے شاعرِ موصوف نے اپنے حرفِ مدعا کی بہتر تفہیم کے لیے ان اصطلاحات سے مدد لی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے چوبیس کے چوبیس شعری مجموعے (ماسوا شعری مجموعہ "ث۔ ثمر") ان اصطلاحات سے مزین دکھائی دیتے ہیں۔ جانؔ

کاشمیری کی تصانیف "ژرف نگاہی"، "روئے غزل"، "جنت میں خودکشی"، "چاندرات والی بات"، "ٹیس"، "دوزخ میں آبِ کوثر" اور "تدوین" میں جابجا ان اصطلاحات کا استعمال دستیاب ہے۔ قاری کے تحیر اور دلچسپی کو ارتفاع اس وقت ملتا ہے جب قاری کو علم ہوتا ہے کہ شاعر نے ان کا استعمال صرف شعری ضرورت کے لیے نہیں کیا بلکہ اشد ضرورت کے تحت ان کا استعمال ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ راقم کے مطالعہ کے مطابق ان کے افکار اور نظریات کے اظہار کے لیے مذہب سے متعلقہ اصطلاحات کو وسیلہِ اظہار بنانا ان کی شعوری کاوش ہے۔ ان اصطلاحات کے استعمال کے وقت شاعر کا اسلوب کبھی استعاراتی ہو کر سامنے آتا ہے تو کبھی رمزیہ۔ ان اصطلاحات کے ساتھ جملہ شعری رموز کو ترتیب دیتے ہوئے شاعر اپنے حرفِ مدعا کی بہتر طور پر ترسیل کرتا ہے۔

جانؔ کاشمیری کی غزل میں چند اصطلاحات کو بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ جو ان کی ذاتی رُغبت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مزید اس بات کا انکشاف بھی ہوتا ہے کہ شاعر ان اصطلاحات کی مذہبی، معاشرتی اور عصری افادیت کو کماحقہٗ جانتا ہے۔ ان اصطلاحات میں مسجد، نماز، وضو، طواف، مصلہ، کُن، جنازہ، اسمِ اعظم، عید اور سجدہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بیشتر ایسی اصطلاحات بھی ہیں جن کا استعمال ان کی شاعری میں نسبتاً کم ملتا ہے لیکن شعر کی تفہیم کی ضرورت کے تحت ان اصطلاحات کا استعمال "استعمال برائے استعمال" نہیں بلکہ "استعمال برائے تفہیم" کی حیثیت کا حامل ہے۔ نسبتاً کم استعمال ہونے والی اسلامی اصطلاحات میں روزہ، نعت، مدینہ، رسول، خانہ کعبہ، قبلہ، رکوع، پیر، فتویٰ، کربلا، اعتکاف، معراج، بسم اللہ، آبِ زم زم، عرشِ معلی، سجدہِ سہو، شریعت، لحد، حدیث، ولی، مولا، فاتحہ، الٰہی اور مولا وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی غزل میں ہر متذکرہ بالا اصطلاح سے مزین اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن مضمون کی تحدید کے سبب ایک یا دو اشعار کو شامل تحریر کیا جاتا ہے۔ ذیلی سطور میں ان مذہبی اصطلاحات کا فرداً فرداً ذکر کیا جائے گا اور دیگر شعرا کے ہاں ان اصطلاحات کے استعمال کا جائزہ بھی لیا جائے گا۔

جانؔ کاشمیری کے ہاں مستعمل مذہبی اصطلاحات میں سب سے زیادہ مستعمل اصطلاح "مسجد" ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی میں مسجد کو انتہائی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مسلمانوں کی عبادت گاہ ہونے کی وجہ سے دنیا کی عمارتوں میں سب سے زیادہ تقدس، مسجد ہی کو حاصل ہے۔ ہر مسلمان نہ صرف اپنی مذہبی زندگی میں مسجد کی اہمیت سے واقف ہیں بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مسجد امن وسکون کی جگہ ہے۔ جہاں آنے والے ہر ذی روح کے لیے جائے اماں ہے۔ شاعرِ موصوف کے ہاں اس مذہبی اصطلاح کا استعمال کثیر الجہتی انداز میں ملتا ہے۔ وہ کبھی مسجد کو بطور استعارہ استعمال کرتے ہیں تو کبھی بطور علامت۔ مسجدوں کے مختلف مسالک کے ساتھ منسوب ہوتے دیکھ کر ان کا دل بہت کُڑھتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے اس تعصبانہ رویے کو دیکھ کر رنجور ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں جابجا اس دُکھ کا برملا اظہار بھی کیا ہے۔ ایسے میں وہ اسلام کے ٹھیکیداروں کو آڑے ہاتھوں بھی لیتے ہیں۔ ان کا دُکھ عین حقیقی ہے ان کے اشعار میں اس کا اظہار ایک مستقل موضوع کے طور پر سامنے آتا ہے۔ مسلمانوں کی اس بے حسی پر شاعر کی بے بسی، عجب اضطراب کا باعث بنتی ہے۔ ان کے شعری مجموعے "روئے غزل" میں ان کا کرب اور بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

ان کا مقصد وہ ہے، جو اسلام کا مقصد نہیں

مسلکوں کے سارے ڈیرے ہیں کوئی مسجد نہیں

(روئے غزل:ص49)

کلاسیکی شعرا کے ہاں بھی اس مذہبی اصطلاح کے استعمال کا سراغ ملتا ہے، میرؔ، غالبؔ اور اقبالؔ سمیت بہت سے شعرا نے اس اصطلاح کو شاملِ سخن کیا۔ مرزا غالبؔ کے ہاں بھی ایسی اصطلاحات کا استعمال بکثرت دکھائی دیتا ہے۔ حوالہ کے طور پر شعر ملاحظہ ہو:

مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیے

بھوں پاس آنکھ، قبلہِ حاجات، چاہیے(2)

جانؔ کاشمیری کی شاعری میں مذہبی اصطلاحات کا کثیر مگر بر محل استعمال دیکھنے کو ملتا ہے۔ دینِ مذہب سے عمومی تعلق رکھنے والے اجزائے اسلام کو اپنے کلام کا حصہ بناتے ہوئے انہوں نے ان اجزائے مذہب کی مسلمانوں کی زندگیوں میں ضرورت اور افادیت کو ظاہر کیا ہے۔ دینِ اسلام کے بنیادی اجزا اور ارکان کا مناسب استعمال، ان کی شاعری کی صداقت اور فن کی ریاضت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ نمازِ جنازہ کو اسلام میں فرض کفایہ کا درجہ حاصل ہے۔ اس میں فوت شدہ انسان کی بخشش اور مغفرت کے لیے اجتماعی دعا کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے حضور اکرم ﷺ کا واسطہ دے کر میت کے گناہوں کی معافی مانگی جاتی ہے۔ یہ مذہبی فریضہ بھی ہے اور فوت شدہ انسان کی اخروی زندگی میں آسانی پیدا کرنے کا زریعہ بھی ہے۔ شاعر اس مذہبی کارروائی کو اپنے انداز میں دیکھتے ہیں۔ جانؔ کاشمیری کی شاعری میں اس اصطلاح کی پیش کش انتہائی منفرد انداز میں ملتی ہے۔ جنازہ جیسی خالص مذہبی اصطلاح کو غزل میں فنی پختگی سے پیش کیا گیا ہے۔

یہ رسمِ آخری ہے اخلاص سے نبھانا

تہذیب کا جنازہ تہذیب سے اٹھانا

(روئے غزل:ص189)

یہ اصطلاح بیشتر قد آور شعرا کے ہاں دیکھی گئی ہے ہر شاعر نے اس کو اپنی شعری بصیرت کے مطابق برتا ہے۔ محسنؔ نقوی کا انداز دیکھیں:

روز کیا تازہ جنازے کا جلوس!

روز اک غم کا مہورت کیوں ہے؟(3)

نماز کا شمار اسلام کے بنیادی ارکان میں ہوتا ہے۔ بحیثیتِ مسلمان، مذہبِ اسلام کے مطابق گزاری جانے والی زندگیوں میں نماز کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ مذہبِ اسلام میں نماز کی اہمیت کا انکار ممکن نہیں۔ جانؔ کاشمیری نے اس اہم ترین مذہبی اصطلاح کو اپنی شاعری میں اسلام کے رکن کے طور پر بھی استعمال کیا ہے اور استعارہ کے طور پر بھی۔ "ژرف نگاہی" میں انہوں نے نماز کو مذہبی اکائی کے طور پر استعمال کیا ہے اور اس کو انسانی عظمت کی بہار کے طور پر پیش کیا ہے جب کہ "روئے غزل" میں نماز کو استعارہ کے طور پر برت کر عشق کے آغاز و انجام کی ساز

بازی کو بیان کیا ہے۔

آغاز ساز باز ہے انجام ساز باز
میرے نگر میں عشق ہے بے وقت نماز

(روئے غزل:ص115)

جانؔ کاشمیری نے "سجدہ" کو دو مختلف صورتوں میں شاملِ سخن کیا ہے۔ ایک فعلیہ اور دوسرا اسمیہ۔ اول الذکر صورت میں شاعر نے سجدہ کے ساتھ "ریز"، "گزار" اور "کرنا" جیسے لاحقوں کو برتا ہے۔ جانؔ کاشمیری نے اپنی معتبر شعری تنظیم کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کا اعتراف کیا ہے۔ اس اصطلاح کے استعمال کے وقت شاعر نے سجدہ کو اس کے حقیقی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ درج ذیل اشعار میں شاعر کی شعوری پختگی کو قریب سے دیکھا جا سکتا ہے۔

سجدہ گزار ہی کریں سجدوں کا قتلِ عام
اے جانؔ سجدہ گاہ کی حُرمت کدھر گئی

(ژرف نگاہی:ص12)

دوسری صورت میں شاعر نے اس اصطلاح کو اسمیہ صورت میں پیش کیا ہے۔ سجدہ جو کہ مسلمانوں کی ایک اہم مذہبی اکائی ہے، جانؔ کاشمیری کی اکثر شعری تصانیف میں دیکھنے کو دستیاب ہے۔ ان کی شاعری میں اس اصطلاح کا استعمال دانستہ دکھائی دیتا ہے وہ دکھاوے کی بجائے، خفیہ عمل پر یقین رکھتے ہیں۔ خوفِ خدا، محبتِ الٰہی اور تیقنِ قبولیت سے عاربرائے نام سجدوں کے باعث، زاہدوں کی پیشانیوں پر بننے والے محرابی نشان شاعرِ مذکور کو جھنجھوڑ کرر کھ دیتے ہیں اس اضطراب سے خود کو آزاد کروانے کے لیے شاعر اپنے قلم کو حرکت میں لاتے ہوئے، اس ریاکاری کو شدید طنز کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ لوگوں کو دکھانے کی غرض سے، خود کو بہت زیادہ پارسا ظاہر کرنے کی خاطر کیے جانے والے سجدے، گردنوں کو جھکانے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتے اور عبادت تو وہ بالکل بھی نہیں ہو سکتے۔

اِک سجدہ ہے زمین پہ اِک آسمان پر
عادت ہے اور چیز عبادت ہے اور چیز

(دوزخ میں آبِ کوثر:ص50)

محسن نقوی نے "رختِ شب" میں سجدہ کو جنت کی خواہش کے ساتھ منسلک نہیں کیا۔ ان کا کہنا ہے:

خوفِ دوزخ بغیر سوچ گناہ!
سجدہ کر خواہشِ بہشت بغیر!(4)

کلاسیکی شعرا کے ہاں بھی ہمیں ایسی مذہبی اصطلاحات کا استعمال غزل کی زینت بڑھاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ذوقؔ کے کلام میں بھی سجدہ سہو جیسی مذہبی اصطلاحات شاملِ کلام دکھائی دیتی ہیں:

پوچھے مُلا سے، جسے کرنا ہو، سجدہ سہو کا
سیکھے، گر اپنا بھُلانا، کوئی ہم سے سیکھ جائے(5)

تخلیقِ کائنات، ہزاروں خفیہ اسرار پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہے۔ اس نے کائنات کو جیسا چاہا اور کائنات اسی صورت ڈھلتی گئی۔ تکمیلِ کائنات کے مراحل کے دوران، اللہ تعالیٰ لفظ "کُن" کی مدد سے کائنات کے چھوٹے بڑے اجسام تخلیق کرتا گیا۔ شعرا نے جب نظر دوڑائی تو ان کو یہ لفظ بہت حد تک دلکش لگا اور انہوں نے اس کو بطور اصطلاح شاملِ کلام کیا۔ شاعر لاکھ کوشش کے باوجود اسرارِ کُن کو نہیں جان پائے ۔ وہ اپنی اس کم علمی کا اعتراف کرتے ہیں اور خالقِ کائنات کو عارفِ کُل مانتے ہیں۔ وہ فقط اتنا جانتے ہیں کہ تخلیقِ کائنات میں مرکزی کردار لفظ "کُن "کا ہی ہے۔ موجودات ہوں یا نباتات، اجرامِ فلکی ہوں یا زیرِ آب و زمیں مخلوقات سب "کُن " کی کارفرمائیاں ہیں باقی سب قیاس آرائیاں ہیں۔

اے ربِ کائنات ترے "کُن" کی خیر ہو
مجھ کو نیا جہان، نئے ماہ و سال دے

(ذرا سی بات: ص16)

شاعرِ مذکور کی شاعری میں مذہبی اصطلاحات کی فراوانی ملتی ہے۔ جہاں انہوں نے ارکانِ اسلام اور اجزائے ایمان کا ذکر کیا ہے وہیں انہوں نے وضو جیسے خصوصی عمل کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے وضو کو طہارت اور پاکیزگی کے عمل کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے نزدیک یہ طہارت اور پاکیزگی جسمانی نہیں بلکہ تخیل، سوچ اور فکر کی پاکیزگی ہے۔ ان کے نزدیک وضو جسمانی حرکات کا بالترتیب سلسلہ نہیں بلکہ سوچ کی مسلسل پاکیزگی کا عمل ہے

عشاق کی فقہ میں تیمم نہیں روا
نایاب جو ہے پانی تو اشکوں سے کر وضو

(ژرف نگاہی: ص86)

طواف کو مناسکِ حج کی ادائیگی کے دوران خاص اہمیت حاصل ہے۔ شاعر نے طواف کو مختلف معانی میں استعمال کر کے اپنے مختلف موضوعات اور فکری پہلوؤں کی بہتر تفہیم کی ہے۔ شاعر کی فکر اور مشاہدہ کی وسعت کو الفاظ میں پرونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو بڑے کینوس کے حامل الفاظ و اصطلاحات کے ساتھ منسلک کر کے قاری کو شاعر کی فکری بلندی تک رسائی دی جائے۔ طواف جیسی مقدس مذہبی اصطلاح کا مختلف النوع استعمال، ہر شعر میں اپنا منفرد مفہوم پیش کرتا ہے

انسان کے طواف میں ہر چیز محو ہے

انسان شش جہات کا مرکز ہے غور کر

(حیرت سے آگے:ص126)

اذان، مسلمانوں کو پنج وقتی نمازوں کی ادائیگی کے لیے کیے جانے والے اعلان کا نام ہے۔ مذہب اسلام میں اس کی بہت زیادہ تقدیس اور تکریم ہے۔ اردو غزل میں اس کا استعمال نسبتاََ کم دیکھا گیا ہے۔ بشیر بدر نے اذان اور نماز جیسی مذہبی اصطلاحات کو نہایت عمدگی سے اپنے اشعار میں سمویا ہے۔ ان کا ایک شعر بطور حوالہ پیش کیا جاتا ہے:

کہیں میں اور تھا مغرب کی جو اذاں نہ سنی

ان آنسوؤں میں سحر کی نماز بھی میں ہوں(6)

کبھی جانؔ کاشمیری، لوگوں کی عین وقتِ سحر سو جانے کی عادت پر طنز کرنے کے لیے اذان کی آواز کو لوریوں کے مترادف قرار دیتے ہیں تو کبھی مسلمانوں کا فرقوں میں بٹوارہ، شاعر کو کھائے جاتا ہے۔ ان کی شاعری میں بیشتر مقامات پر ان کے اس کرب کا اظہار ملتا ہے۔

اب تو فرقوں پہ سیاست کا اثر لگتا ہے

ایک ہے سب کی اذاں، وقتِ اذاں ایک ہے

(ژرف نگاہی:ص124)

محسنؔ نقوی کے دل میں عجب انگڑائیاں جنم لیتی ہیں وہ کسی شور و غوغا کی خواہش دل میں سموتے ہوئے یوں قلم اٹھاتے ہیں:

شورش لہو کی ہو کہ ہو محسنؔ اذانِ شوق

غوغا کوئی تو آج سرِ دار چاہیے(7)

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک، نماز کی ادائیگی کے لیے جہاں جسم کی طہارت شرط ہے وہیں اس جگہ کا پاک ہونا بھی لازم ہے جہاں نماز ادا کی جارہی ہے، نماز ادا کرنے والی جگہ کو اسلام میں مصلّٰے کہتے ہیں۔ "مصلّٰے" کا زیادہ تر استعمال، اس کے حقیق معنوں میں ہی کیا گیا ہے۔ لیکن کہیں کہیں اس کو مجازی معنوں میں بھی پیش کیا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں۔

کہتا ہوں میں غزل بھی مصلّٰے پہ بیٹھ کر

میری نگاہ میں یہ اَدب کی نماز ہے

(حیرت سے آگے:ص137)

نماز کی طرح زکوٰۃ بھی اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں شامل ہے۔ درج ذیل اشعار میں "زکوٰۃ" کی تکرار لفظی عجب کیفیت پیدا کرتی ہے۔ جانؔ کاشمیری، زبان کی زکوٰۃ اور حُسن کی زکوٰۃ، جیسے مرکباتِ اضافی کی مدد سے بالترتیب ادب اور محبوب کے حسن کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

زکوٰۃ ہے یہ زباں کی اداز کوٰۃ کرو

ادب کے ساتھ ہمیشہ ادب کی بات کرو

(ژرف نگاہی:ص38)

جانؔ کاشمیری کی شاعری میں کثرت سے دیکھی جانے والی ایک اور مذہبی اصطلاح "اسمِ اعظم" ہے۔ان کے بیشتر اشعار اس سے مزین دکھائی دیتے ہیں۔شاعر کے کلام کی خوبصورتی اس امر میں ہے کہ ہر جگہ پر اسمِ اعظم کی پیش کش مختلف النوع ہے۔"تدوین" اور "جنت میں خودکشی" میں شاعرِ موصوف، اسمِ اعظم کی تلاش میں سرگرداں دکھائی دیتے ہیں۔شاعر کو اس اسم کی حقیقت اور افادیت کا کلی ادراک ہے اسی لیے وہ جانتے ہیں کہ اسمِ اعظم کے وِرد کے بعد مانگی جانے والی ہر دعا اور ہر چیز اللہ تعالیٰ پوری کرتے ہیں اسی لیے وہ اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ کاش انہیں اسمِ اعظم کا علم ہو جائے تو وہ اس کی مدد سے اپنے محبوب کو مانگ لیں کیوں کہ اب وہ انہیں یاد کر کر کے تھک چکے ہیں۔

کوئی بتائے پتا مجھ کو اسمِ اعظم کا
میں تھک گیا ہوں اُسے، دِل میں یاد کر کر کے

(جنت میں خودکشی:48)

جانؔ کاشمیری کی شاعری میں شانِ اہلِ بیت، ذکرِ حسین اور واقعہ کربلا کو ایک مستقل موضوع اور رجحان کی حیثیت حاصل ہے۔انہوں نے، محسن نقوی کی طرح کربلا اور اس کے ساتھ متعلقہ شہدا اور واقعات کی پیش کش کی ہے۔جانؔ کاشمیری کی شاعری میں کربلا سچائی، حق گوئی، راست بازی اور ضمیر شناسی کے استعارہ کے طور پر شاملِ کلام ملتا ہے۔جب کہ کوفہ، منافقت اور ضمیر فروشی کی صورتِ حال پیش کرتا ہے

۔

کس نے کیا ہے زیرِ زمیں ذکرِ کربلا
خوشبو نکل رہی ہے گلوں کی خراش کے

(ذرا سی بات:ص98)

کربلا کی اصطلاح اردو غزل میں نامانوس نہیں ہے۔اساتذہِ کلام میں بیشتر شعرا نے کربلا کو کئی معنوں میں پیش کیا ہے۔آتشؔ کا اس ضمن میں رویہ ملاحظہ ہو:

عرصہ روئے زمیں ہو جائے دشتِ کربلا
یار کو مرے ارادہ ہو جو قتلِ عام کا(8)

منصور آفاق کے ہاں ایک ہی غزل میں کئی مذہبی اصطلاحات کے استعمال کا نمونہ پیشِ خدمت ہے:

یزید زاد الگ، کربلا علیحدہ ہیں
ہمارے اور تمہارے خدا علیحدہ ہیں

نماز جسم میں کعبہ کی سمت لازم ہے
نماز عشق کے قبلہ نما علیحدہ ہیں(9)

جانؔ کاشمیری کی شاعری میں لفظ "قبلہ" کو اس کے حقیقی اور مجازی دونوں معنوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مجازی معنی کے طور پر استعمال کرتے ہوئے وہ قبلہ کو رُخ، سمت، روش اور منزل کے مترادف معانی میں پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ سوچ کا قبلہ، نیت کا قبلہ، بحر کا قبلہ وغیرہ ایسے مرکبات اضافی ہیں جن کی مدد سے شاعر ان کی درست سمتوں کا تعین کرتے ہیں۔

اے جانؔ تیری بحر کا قبلہ نہیں درست
اشعار کی ردیف بدل، قافیہ بدل

(دوزخ میں آبِ کوثر: ص80)

جانؔ کی غزل میں عید کی تمام تر خوشیوں کو اپنے محبوب کے وجود اور احساس کے ساتھ منسلک ہوتے دکھایا گیا ہے۔ ساتھ ہی عشق کی کیفیت کو نماز عید کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے اور عید پڑھنے کے لیے مسلمانوں کی ایک رستے سے جانے اور دوسرے رستے سے واپس آنے کی روایت کی بھی تجدید کی گئی ہے۔

دل میں تُو آنکھ میں تُو، مرے خون میں ہے تُو
کیسے کہوں کہ عید گزاری ترے بغیر

(ژرف نگاہی: ص147)

شیخ ابراہیم ذوقؔ تو یومِ عید کو یومِ عاشورہ کے ساتھ یوں منسلک کرتے پائے گئے ہیں:

تیغ قاتل سے، رہے، جو قتل کے دن، بے نصیب
عید کے دن کو، نہ کیوں عاشورہ کا وہ، دِن کرے(10)

فرشتوں کے بارے میں جانؔ کا تصور انفرادیت کا حامل ہے۔ ان کی غزلوں میں فرشتوں کی پیش متنوع رہی ہے۔ وہ فرشتوں کی آدم پر فوقیت کے ہر گز قائل نہیں ہیں۔

اِسے خُدا نے نوازا نہیں ہے درد سے جانؔ
فرشتہ ہو نہیں سکتا امام انساں کا

(برجستگی: ص100)

جب کہ بشیر بدر کا تصورِ ملائک اپنی نوعیت میں یکسر منفرد ہے:

کل رات میں تھا میرے علاوہ کوئی نہ تھا

شیطان مر گیا تھا فرشتے بھی سوئے تھے(11)

اسلام کا مرکز و محور خانہ کعبہ ہے۔اردو شاعری میں کعبہ کی پیش بیشتر شعرا کے ہاں موجود ہے۔جانؔ کاشمیری نے اپنی غزلوں میں کعبہ کو غیر روایتی طور پر پیش کیا ہے۔

جذبوں کا خانہ کعبہ ہے دل میں بساؤ عشق

داغِ جبیں نہیں،جو دکھانے کی چیز ہے

(دوزخ میں آبِ کوثر:ص60)

حیدر علی آتش نے کعبہ کی اسلامی اصطلاح کو اس انداز میں پیش کیا ہے:

عاشقوں سے اپنے وہ جُٹی بھویں ٹیڑھی ہوئیں

اہلِ قبلہ سے پھرا منہ کعبے کی محراب کا(12)

جانؔ کاشمیری کا شمار پاکستان کے نمایاں شعرا میں ہوتا ہے،ان کی شاعری کا سفر پانچ دہائیوں سے متجاوز ہو چکا ہے۔فکری جدتیں اور ہیئتی تبدیلیاں ان کی شاعری کا وصفِ خاص ہیں۔ان کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنی جملہ چوبیس مطبوعہ تصانیف میں نئی ترکیبات اور اصطلاحات کو استعمال کرکے اردو شاعری کے قد میں اضافہ کیا ہے۔

"مذہبی اصطلاحات کا موثر،بر محل اور کثیر استعمال ان کی شاعری کا معتبر حوالہ ہے۔مذہبی اصطلاحات کے انتخاب کے معاملہ میں ان کی رسائی اسلام کے بنیادی ارکان سے لے کر،اسلام کے دیگر اہم افعال اور سرگرمیوں تک دکھائی دیتی ہے۔جانؔ کاشمیری نے ان اصطلاحات کو ایک سے زاید مقامات پر استعمال کرتے ہوئے اس بات کا خصوصی اہتمام کیا ہے کہ فکری،تخیلی،موضوعاتی اور ساختی اعتبار سے ان میں یکسانیت دکھائی نہ دے۔ہر شعر میں ہر اصطلاح،اپنی انفرادی معنوی حیثیت رکھتی ہے۔ان کی شاعری میں ان اصطلاحات کا استعمال کسی طور بھی خانہ پُری کے طور پر نہیں کیا گیا۔ان کا استعمال شاعر کی ایک شعوری اور ضروری کاوش کے طور پر سامنے آیا ہے۔وہ اپنی اس کاوش کے تحت غزل کے دامن کو وسعت بخشنے کے ساتھ ساتھ غزل کی معنوی اہمیت کو بڑھاتے ہیں۔"(13)

جانؔ کاشمیری کا خاصہ یہ ہے کو وہ نئی روایتوں کو آغاز دینا،اپنا فرضِ عین سمجھتے ہیں۔انہوں نے مذہب اور رومان کو یک جا کر دکھایا ہے۔بیسیوں ایسی مذہبی اصطلاحات ہیں جن کو رومانوی شاعری میں نہ صرف جگہ دینا بلکہ رومانوی شاعری کا جزوِ خاص بنانا،عام شعرا کے بس میں نہ تھا،جانؔ کاشمیری نے آسانی سے کر دکھایا۔کسی شاعر کی شاعری میں مذہبی اصطلاحات کے استعمال کو بطور وصف نہیں بیان کیا جا سکتا۔اردو شاعری کا دامن ان اصطلاحات کے خصوصی اہتمام سے عاری تھا ایسے میں جانؔ کاشمیری نے اس خلا کو پر کرنے میں اپنی ماہرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کمی کو پورا کیا اور مکمل اہتمام کے ساتھ اپنی شاعری میں ان اصطلاحات کو اپنی شاعری میں نہ صرف شامل کیا بلکہ ان اصطلاحات کے استعمال کے ساتھ اردو شاعری کا کامزاج بدلنے کی مقدور بھر کوشش کی۔

حوالہ جات وحواشی

1۔وقار احمد رضوی،ڈاکٹر،تاریخ جدید اردو غزل، نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،2019،ص34
2۔غالبؔ،مرزااسداللہ خاں،دیوانِ غالب،مرتبہ سردار جعفری،ہندستانی بک ٹرسٹ، بمبئی،س ن،ص267
3۔محسنؔ نقوی،رختِ شب،ماوراپبلشرز،لاہور،2016،ص141
4۔ایضاً ،ص61
5۔ذوقؔ،شیخ محمد ابراہیم، کلیاتِ ذوقؔ،مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی،پنجاب بک ڈپو،لاہور،2011،ص228
6۔بشیر بدر،کلیاتِ بشیر بدر،حق پبلی کیشنز،لاہور،2016،ص104
7۔محسنؔ نقوی،طلوعِ اشک،ماوراپبلشرز،لاہور،2015،ص124
8۔آتشؔ،حیدر علی،کلیاتِ آتش،مشتاق بک کارنر،لاہور،2012،ص40
9۔منصور آفاق،پاکستانی ادب **1947-2008**،مرتبہ ڈاکٹر رشید امجد،اکادمی ادبیات پاکستان،اسلام آباد،2009،ص686
10۔ ذوقؔ،شیخ محمد ابراہیم، کلیاتِ ذوقؔ،مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی،پنجاب بک ڈپو،لاہور،2011،ص2
11۔بشیر بدر،کلیاتِ بشیر بدر،حق پبلی کیشنز،لاہور،2016،ص58
12۔حیدر علی آتش، کلیاتِ آتش،مشتاق بک کارنر،لاہور،2012،ص41
13۔احمد عباس،جان کاشمیری کی غزل کا فکری و موضوعاتی مطالعہ،غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم فل اردو،یونیورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس، 2019ء،ص163(نوٹ:یہ مضمون ہمارے ایم فل اردو کے مقالہ کی اخذ شدہ صورت ہے۔)